ضیائی ماہانہ سیریز

ضیائے شوال المکرم

☆فضائل ونوافل | ☆اعراس مبارک یکم تا ۳۰ | ☆تاریخ اسلام کے اہم واقعات

ناشر:
انجمن ضیاءِ طیبہ
بالمقابل HBL کھارادر برانچ آدمجی داؤد روڈ بمبئی بازار کھارادر کراچی
021-32473226 www.ziaetaiba.com

ضیائے شوال المکرّم

مرتب

علامہ نسیم احمد صدیقی نوری

www.ziaetaiba.com

ناشر

انجمن ضیاء طیبہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اَلصَّلٰوۃُ وَ السَّلَامُ عَلَیْكَ یَا رَسُوْلَ اللہِ ﷺ

مفت سلسلۂ اشاعت:		09
نام کتاب	:	ضیائے شوال المکرّم
مرتب	:	علامہ نسیم احمد صدیقی نوری
ضخامت	:	۳۲ صفحات
تعداد	:	۲۰۰۰
اشاعت بار اول	:	نومبر ۲۰۰۴ء
اشاعت بار دوم	:	ستمبر ۲۰۰۵ء (مختصر ترمیم واضافہ کے ساتھ)

www.ziaetaiba.com

.... ناشر ....

ضیائی دارالاشاعت، انجمن ضیاء طیبہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اَلصَّلٰوۃُ وَ السَّلَامُ عَلَیْكَ یَا رَسُوْلَ اللہِ ﷺ

اسلامی سال کا دسواں مہینہ

"شوال المکرّم"

شوال کی وجہ تسمیہ:

اسلامی سال کے دسویں مہینے کا نام شوال المکرم ہے۔ اس کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ یہ "شَول" سے ماخوذ ہے جس کا معنی اونٹنی کا دُم اٹھانا (یعنی سفر اختیار کرنا) ہے۔ اس مہینہ میں عرب لوگ سیر و سیاحت اور شکار کھیلنے کے لیے اپنے گھروں سے باہر چلے جاتے تھے۔ اس لیے اس کا نام شوال رکھا گیا۔

اس مہینہ کی پہلی تاریخ کو عید الفطر ہوتی ہے جس کو یوم الرحمۃ بھی کہتے ہیں۔ کیونکہ اس دن اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر رحمت فرماتا ہے۔ اور اسی روز اللہ تعالیٰ نے شہد کی مکھی کو شہد بنانے کا الہام کیا تھا۔ اور اسی دن اللہ تعالیٰ نے جنت پیدا فرمائی۔ اور اسی روز اللہ تبارک و تعالیٰ نے درختِ طوبیٰ پیدا کیا۔ اور اسی دن کو اللہ عزوجل نے سیدنا حضرت جبرائیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کو وحی کے لیے منتخب فرمایا۔ اور اسی دن میں فرعون کے جادوگروں نے توبہ کی تھی۔[1] اور اسی مہینہ کی چوتھی تاریخ کو سید العالمین رحمۃ اللعالمین ﷺ نجران کے نصرانیوں کے ساتھ

1۔ فضائل ایام والشہور، صفحہ ۴۴۳، غنیۃ الطالبین صفحہ ۴۰۵، مکاشفۃ القلوب صفحہ ۶۹۳۔

مباہلہ کے لیے نکلے تھے اور اسی ماہ کی پندرہویں تاریخ کو اُحد کی لڑائی ہوئی۔ جس میں سید الشہداء حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ شہید ہوئے تھے اور اسی ماہ کی پچیس تاریخ سے آخرِ ماہ تک جتنے دن ہیں وہ قوم عاد کے لیے منحوس دن تھے جن میں اللہ جل شانہٗ نے قوم عاد کو ہلاک فرمایا تھا۔[1]

شوال کی فضیلت:

یہ مبارک مہینہ وہ ہے کہ جو حج کے مہینوں کا پہلا مہینہ ہے (یعنی حج کی نیت سے آغازِ سفر) اسے شَھْرُ الْفِطْر بھی کہتے ہیں اس کی پہلی تاریخ کو عید الفطر ہوتی ہے۔ جس میں اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو بخشش کا مژدہ سناتا ہے۔ جیسا کہ حدیث شریف میں ہے۔

اِذَا کَانَ یَوْمُ عِیْدِھِمْ یَعْنِیْ یَوْمَ فِطْرِھِمْ بَاھٰی بِھِمْ مَلَائِکَتَہٗ فَقَالَ مَا جَزَآءُ اَجِیْرٍ وَفّٰی عَمَلَہٗ قَالُوْ رَبَّنَا جَزَآءُہٗ اَنْ یُّوَفّٰی اَجْرُہٗ قَالَ مَلَائِکَتِیْ عَبِیْدِیْ وَاِمَائِیْ قَضَوْ فَرِیْضَتِیْ عَلَیْھِمْ ثُمَّ خَرَجُوْا یَعُجُّوْنَ اِلَی الدُّعَآءِ وَ عِزَّتِیْ وَجَلَالِیْ وَ کَرَمِیْ وَ عُلُوِّیْ وَارْتِفَاعِ مَکَانِیْ لَاُجِیْبَنَّھُمْ فَیَقُوْلُ ارْجِعُوْا قَدْغَفَرْتُ لَکُمْ وَبَدَّلْتُ سَیِّاٰتِکُمْ حَسَنَاتٍ قَالَ فَیَرْجِعُوْنَ مَغْفُوْرًا لَّھُمْ۔[2]

جب عید کا دن آتا ہے یعنی عید الفطر کا دن۔ تو اللہ تبارک و تعالیٰ اپنے فرشتوں سے فرماتا ہے کہ اس مزدور کی کیا مزدوری ہے جس نے اپنا کام پورا کیا ہو۔ فرشتے عرض کرتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار اس کی جزا یہ ہے کہ اسے پورا اجر دیا جائے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتا ہے۔ اے میرے فرشتو! میرے بندوں اور باندیوں نے میرے فریضہ کو ادا کر دیا ہے پھر وہ (عید گاہ کی طرف) نکلے دعا کے

1۔ فضائل ایام والشہور صفحہ ۴۴۴، بحوالہ عجائب المخلوقات صفحہ ۴۶۔
2۔ رواہ البیہقی فی شعب الایمان۔ / مشکوٰۃ صفحہ ۱۸۳۔

لیے پکارتے ہوئے۔ اور مجھے اپنی عزت و جلال اور اکرام اور بلندی اور بلند مرتبہ کی قسم میں ان کی دعا قبول کروں گا۔ پس فرماتا ہے اے میرے بندو! لوٹ جاؤ میں نے تمہیں بخش دیا۔ اور تمہاری برائیاں نیکیوں سے بدل دیں۔ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا کہ لوگ اس حال میں واپس لوٹتے ہیں کہ ان کی بخشش ہو چکی ہوتی ہے۔

حدیثِ مبارکہ:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ اس شخص کو جس نے ماہِ رمضان میں روزے رکھے، عید الفطر کی رات میں پورا پورا اجر عطا فرمادیتا ہے اور عید کی صبح فرشتوں کو حکم دیتا ہے کہ زمین پر جاؤ اور ہر گلی، کوچہ اور بازار میں اعلان کر دو (اس آواز کو جن و انس کے علاوہ تمام مخلوق سنتی ہے) کہ محمد ﷺ کے امتیوں! اپنے رب کی طرف بڑھو وہ تمہاری تھوڑی نماز کو قبول کرکے بڑا اجر عطا فرماتا ہے اور بڑے بڑے گناہوں کو بخش دیتا ہے پھر جب لوگ عید گاہ روانہ ہو جاتے ہیں اور وہاں نماز سے فارغ ہو کر دعا مانگتے ہیں تو اللہ تعالیٰ اس وقت کسی دعا اور کسی حاجت کو رد نہیں فرماتا اور کسی گناہ کو بغیر معاف کئے نہیں چھوڑتا اور لوگ اپنے گھروں کو "مغفور" ہو کر لوٹتے ہیں۔ [1]

عید کے دن شیطان کا رونا:

www.ziaetaiba.com

حدیث مبارکہ:

حضرت وہب بن منبہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہر عید کے دن ابلیس چلا کر روتا ہے۔ دوسرے شیاطین اس کے پاس جمع ہوتے ہیں اور پوچھتے ہیں: اے ہمارے سردار آپ کیوں ناراض ہیں؟ وہ کہتا ہے: اللہ تعالیٰ نے اس دن میں

1۔ غنیۃ الطالبین صفحہ ۴۰۵۔

حضرت محمد مصطفی ﷺ کی امت کو معاف کر دیا۔ اب تم پر لازم ہے کہ انہیں شہوات ولذّات میں ڈال کر غافل کر دو۔ [1]

شبِ عید الفطر یعنی چاند رات کے اعمال:

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ اس ماہ مبارک کی چاند رات کو لیلۃ الجائزہ یعنی انعام والی رات بھی کہتے ہیں۔ یہ بڑی عظمت والی رات ہے [2] اس رات کو بہتر تو یہ ہے کہ یادِ الٰہی میں گزارے۔ ورنہ عشاء کی نماز باجماعت تکبیر اولیٰ کے ساتھ پڑھے اور فجر کی نماز کی تکبیر اولیٰ میں شریک ہو جائے تو شب بھر بیداری کے ساتھ عبادت میں مصروف رہنے کا ثواب ملے گا۔

حدیثِ مبارکہ:

جو عیدین کی راتوں میں قیام کرے۔ اس کا دل اس دن نہ مرے گا جس دن لوگوں کے دل مر جائیں گے۔ (یعنی قیامت کے دن)۔ [3]

حدیثِ مبارکہ:

جو پانچ راتوں میں شب بیداری کرے اس کے لیے جنت واجب ہے۔ ان میں سے ایک عید الفطر کی رات ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں "پانچ راتیں ایسی ہیں کہ ان میں کی جانے والی دعائیں رد نہیں ہوتیں۔ اول: جمعہ کی شب۔ دوم: رجب کی پہلی رات۔ سوم: شعبان کی پندرہویں رات۔ چہارم: عید الفطر کی رات۔ پنجم: عید الاضحی کی رات۔" [4]

1۔ مکاشفۃ القلوب صفحہ ۶۹۳۔

2۔ غنیۃ الطالبین صفحہ ۴۰۵۔

3۔ مکاشفۃ القلوب صفحہ ۶۹۳۔

4۔ شعب الایمان للبیہقی جلد ۳، صفحہ ۳۴۲۔ مصنف عبدالرزاق، جلد ۳، صفحہ ۳۱۷۔

www.ziaetaiba.com

ایک نصیحت:

برادرانِ اسلام! اس رات کو اچھے طریقے سے گزاریں اور لہو لعب سے بچیں۔ بلاضرورت بازاروں میں گھومنے، شور و غل کرنے، بہت زیادہ ہنسنے اور قہقہہ لگانے، موٹر سائیکلوں کے سائلنسر نکال کر شور کرنے اور بلاوجہ گاڑیوں کے پریشر ہارن بجانے سے گریز کریں۔

حدیثِ مبارکہ:

حدیث شریف میں ہے کہ جو مسلمان شوال کی پہلی رات یا دن میں نماز عید کے بعد چار رکعت نفل اپنے گھر میں پڑھے اور ہر رکعت میں الحمد شریف کے بعد قُلْ ھُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ اکیس مرتبہ پڑھے تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے بہشت کے آٹھوں دروازے کھول دے گا۔ اور دوزخ کے ساتوں دروازے اس پر بند کر دے گا اور وہ اس وقت تک نہ مرے گا کہ جب تک اپنا مکان جنت میں نہ دیکھ لے گا۔[1]

شاہ سمنان، تارک السلطنت، حضرت مخدوم المشائخ، محبوبِ یزدانی، سید اشرف جہانگیر سمنانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: فطر کی رات میں چوبیس رکعت بارہ سلام کے ساتھ ادا کرے۔ ہر رکعت میں فاتحہ، اخلاص اور سورۃ الکافرون، والشمس اور الھٰکم التکاثر ایک ایک بار پڑھے۔ جب نماز سے فارغ ہو جائے تو استغفار اور لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم پڑھے (گناہ سے باز رہنا اور طاعت کی قوت اللہ بزرگ و برتر کی مدد کے بغیر ممکن نہیں ہے) بے شمار ثواب ملتا ہے۔[2]

1۔ فضائل الایام والشھور صفحہ ۴۴۸۔

2۔ لطائف اشرفی جلد دوم صفحہ ۳۵۱۔

عید کی وجہ تسمیہ:

عید کو عید اس لیے کہا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس دن اپنے بندوں کی طرف فرحت وشادمانی بار بار عطا کرتا ہے یعنی عید اور عود ہم معنی ہیں۔ بعض علماء کا قول ہے کہ عید کے دن اللہ تعالیٰ کی طرف سے بندہ کو منافع، احسانات اور انعامات حاصل ہوتے ہیں یعنی عید عوائد سے مشتق ہے اور عوائد کے معنی ہیں منافع کے یا عید کے دن، بندہ چونکہ گریہ وزاری کی طرف لوٹتا ہے اور اس کے عوض اللہ تعالیٰ بخشش وعطا کی جانب رجوع فرماتا ہے۔ بعض علماء کا کہنا ہے کہ اس کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ بندہ اطاعت الٰہی سے اطاعت رسول ﷺ کی طرف رجوع کرتا اور فرض کے بعد سنت کی طرف پلٹتا ہے، ماہ رمضان کے روزے رکھنے کے بعد ماہ شوال کے چھ روزوں کی طرف متوجہ ہوتا ہے اس لیے اس کو عید کہتے ہیں عید کی وجہ تسمیہ کے متعلق بعض علماء کا کہنا ہے کہ عید کو اس لیے عید کہا گیا ہے کہ اس دن مسلمانوں سے کہا جاتا ہے (اللہ تعالیٰ فرماتا ہے) کہ اب تم مغفور ہو کر اپنے گھروں اور مقامات کو لوٹ جاؤ۔ بعض علماء نے فرمایا کہ اس کو عید اس لیے کہا گیا کہ اس میں وعدہ و وعید کا ذکر ہے، باندی اور غلام کی آزادی کا دن ہے، حق تعالیٰ اس دن اپنی قریب اور بعید مخلوق کی طرف توجہ فرماتا ہے، کمزور و ناتواں بندے اپنے رب کے سامنے گناہوں سے توبہ اور رجوع کرتے ہیں۔[1]

1۔ غنیۃ الطالبین صفحہ ۴۰۴ اور ۴۰۵۔

www.ziaetaiba.com

عید منانے کا اسلامی طریقہ

عید الفطر کے مستحب کام:

(۱) حجامت بنوانا (۲) ناخن ترشوانا (۳) غسل کرنا (۴) مسواک کرنا (۵) اچھے کپڑے پہننا نیا ہو تو بہتر ورنہ دھلا ہوا ہو۔ (۶) ساڑھے چار ماشہ چاندی کی انگوٹھی پہننا۔ (۷) خوشبو لگانا۔ (۸) فجر کی نماز محلہ کی مسجد میں ادا کرنا۔ (۹) نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں بصد خلوص درود و سلام کا نذرانہ پیش کرنا (۱۰) عید گاہ میں جلدی جانا (۱۱) عید گاہ کو پیدل جانا (۱۲) واپسی پر دوسرا راستہ اختیار کرنا راستے میں تکبیر تشریق پڑھتے ہوئے جانا (۱۳) نماز عید کو جانے سے پہلے چند کھجوریں کھالینا۔ (۱۴) تین یا پانچ یا سات یا کم و بیش مگر طاق ہوں کھجوریں نہ ہوں تو کوئی میٹھی چیز کھالے۔ نماز سے پہلے کچھ نہ کھایا تو گنہگار نہ ہو گا مگر عشاء تک نہ کھایا تو گنہگار بھی ہو گا اور عتاب بھی کیا جائے گا۔ (۱۵) نماز عید کے بعد معانقہ و مصافحہ کرنا اور رمضان کی کامیابیوں پر مبارکباد اور عید کی مبارکباد دینا۔ (۱۶) سُبْحَانَ اللهِ وَبِحَمْدِهٖ ۳۰۰ مرتبہ پڑھنا بے حد اجر و ثواب کا باعث ہے۔

www.ziaetaiba.com

عید کے دن کا انمول وظیفہ:

حضور اکرم، سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: جس نے عید کے دن تین سو بار یہ ورد پڑھا سُبْحَانَ اللهِ وَبِحَمْدِهٖ (اللہ پاک ہے اور اس کی حمد ہے) پھر اس کا ثواب تمام مسلمان مُردوں کو بخش دیا، تو ہر قبر میں ایک ہزار ا

نوار داخل ہوں گے اور جب یہ آدمی فوت ہو گا تو اللہ تعالیٰ اس کی قبر میں بھی ایک ہزار انوار داخل کرے گا۔[1]

نماز عید سے قبل میٹھا کھانے کی حکمت:

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عید گاہ جانے سے قبل تین یا پانچ یا سات، طاق عدد میں کھجوریں تناول فرماتے[2] فقہاو محدثین فرماتے ہیں کہ اس میں یہ حکمت ہے کہ کھجوریں کھانا اس لیے مستحب ہے کہ شیریں ہوتی ہے اور شیرینی اس بینائی کو قوت دیتی ہے جو روزہ سے ضعیف ہو جائے۔ نیز شیرینی دل کو نرم کرتی ہے اور ایمانی مزاج کے موافق ہے۔ اس لیے مروی ہے کہ مسلمان آدمی میری شیرینی ہے اور اگر کوئی شخص خواب میں شیرینی کھاتا دیکھے تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ اسے ایمان کی لذت نصیب ہو گی۔ اس وجہ سے شیرینی سے افطار افضل ہے جیسے شہد اور کھجور سے۔[3]

نمازِ عید سے قبل صدقۂ فطر ادا کرنا ضروری ہے:

جب تک صدقۂ فطر نہ دیا جائے روزے معلق رہیں گے۔ جو کچھ لغو اور بے ہودہ باتیں روزوں میں سرزد ہو گئی ہیں، صدقۂ فطر روزوں کو ان سے پاک کر دے گا۔ صدقۂ فطر عید کے دن صبح صادق کے طلوع ہوتے ہی واجب ہوتا ہے۔ مرد اپنی نابالغ اولاد کی طرف سے بھی دے اور بالغ اولاد کو دینے کی ہدایت

1۔ مکاشفۃ القلوب صفحہ ۶۹۲۔

2۔ بخاری شریف۔

3۔ ماثبت من السنۃ، صفحہ ۲۲۲، ۲۲۳۔

کرے اگر باپ نہ ہو تو دادا باپ کی جگہ ہے۔ وہ اپنے یتیم پوتا پوتی کی طرف سے صدقۂ فطر دے۔ ہر گھر کا سرپرست اپنی زیر کفالت نابالغ افراد (جن میں عید کی نماز سے پہلے پیدا ہو جانے والا بچہ بھی شامل ہے) کی جانب سے فطرہ دینے کا پابند ہے صدقۂ فطر کی مقدار 35 روپے فی کس ہے۔ مسنون و بہتر یہ ہے کہ عید گاہ جانے سے پہلے صدقہ فطر ادا کرے اگر نہ دیا تو واجب سر پر رہے گا عمر بھر میں جب بھی دینا چاہے ادا ہو جائے گا۔[1]

رسول اللہ ﷺ کی عید

حدیثِ مبارکہ:

حضرتِ جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ عید کی نمازیں ادا کی ہیں اور ہر دفعہ انہیں اذان اور اقامت کے بغیر ہی ادا کیا۔[2]

حدیثِ مبارکہ:

نبی کریم ﷺ کی یہ عادت شریفہ تھی کہ عید کی نماز ہمیشہ جامع مسجد کے باہر یا کسی اور جگہ کھلے میدان میں پڑھنے کا حکم دیتے، البتہ ایک دفعہ جب بارش ہوئی تو آپ ﷺ نے مسجد میں ہی نماز ادا کرلی۔[3]

1۔ بہارِ شریعت، حصہ پنجم، صفحہ ۵۵،۵۶۔

2۔ مسلم شریف۔

3۔ بخاری شریف۔

حدیثِ مبارکہ:

حضور سرورِ عالم ﷺ جب عید گاہ کے لیے روانہ ہوتے تو راستے میں اور نمازِ عید شروع کرنے سے قبل تک تکبیر پڑھتے رہتے، اسے بلند آواز سے پڑھتے، اور واپس ہمیشہ دوسرے راستہ سے آتے، لیکن واپسی کے وقت تکبیر نہیں پڑھتے۔[1]

حدیثِ مبارکہ:

رسول اکرم محبوبِ معظم ﷺ نے حضرت عمرو بن حزم رضی اللہ عنہ کو (جب وہ نجران میں تھے) خط لکھا کہ عید الاضحی کی نماز جلدی پڑھاؤ اور عید الفطر کی دیر سے اور اس کے بعد لوگوں کو وعظ و نصیحت کرو۔[2]

نمازِ عید الفطر کا مسنون طریقہ وآداب:

اللہ تعالیٰ عزوجل فرماتا ہے وَلِتُكْمِلُوا الْعِدَّةَ وَلِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰى مَا هَدٰىكُمْ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ○[3] ”روزوں کی گنتی پوری کرو اور اللہ کی بڑائی بولو اس پر کہ اس نے تمہیں ہدایت فرمائی تا کہ تم شکر گزار ہو۔“[4]

نماز عید کا وقت وہی ہے جو کہ اشراق کی نماز کا ہوتا ہے، یعنی سورج اتنا اوپر آجائے کہ اسے نظر بھر کر نہ دیکھا جا سکے۔ عیدین کی نماز کے لیے حضور پر نور ﷺ نے نہ کبھی اذان دلوائی اور نہ کبھی اقامت کہلوائی۔

www.ziaetaiba.com

1۔ بخاری شریف، سننِ کبریٰ بیہقی۔

2۔ مسند امام شافعی۔

3۔ پارہ دوم سورۃ البقرۃ آیت ۱۸۵۔

4۔ ترجمہ کنز الایمان۔

شیرینی کھا کر گھر سے نکلتے وقت تکبیر تشریق وردِ زباں رکھیں (تکبیر تشریق: "اَللّٰہُ اَکْبَرُ، اللّٰہُ اَکْبَرُ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ وَلِلّٰہِ الْحَمْدُ" اور عید گاہ پہنچ کر تکبیر و درود شریف پڑھتے رہیں، (یاد رکھیں صحیح العقیدہ سُنی عالمِ دین وخطیب کے پیچھے ہی نماز ادا ہو گی) عالمِ دین، وعظ فرمارہے ہوں تو بغور سماعت کرنا چاہیے۔ جماعت کے قیام میں وقت باقی ہونے کی وجہ سے بعض لوگ نوافل وغیرہ ادا کرتے ہیں جو غلط ہے۔ جس وقت جماعت کھڑی ہو تو کھڑے ہو کر صف بندی کا خیال کریں، نماز کے آداب کا خیال کریں، ننگے سر، کھلی کہنیوں، اور کھلے گریبان کے ساتھ نماز مکروہِ تحریمی ہو گی۔ نماز عید عورتوں پر واجب نہیں ہے۔

نماز عید کی نیت:

میں نیت کرتا ہوں دو رکعات نماز عید الفطر واجب زائد چھ تکبیرات کے ساتھ، خاص واسطے اللہ تعالیٰ کے، متوجہ ہوا میں بیت اللہ شریف کی طرف، پیچھے حاضر اس امام کے۔

تکبیر تحریمہ:

امام کے تکبیر تحریمہ ادا کرنے کے بعد مقتدی تقلید کرتے ہوئے اپنی تکبیر تحریمہ کہے گا۔ یعنی نیت کے بعد کانوں تک ہاتھ اٹھا کر، ہتھیلیوں کو قبلہ رخ کر کے "اللہُ اکبر" زبان سے ادا کرنا پھر ہاتھوں کو باندھ لینا، اور ثنا پڑھنا جو عام نمازوں میں پڑھتے ہیں۔

www.ziaetaiba.com

زائد تکبیرات کی ادائیگی:

ثنا پڑھ لینے کے بعد امام صاحب تین تکبیریں باآوازِ بلند کہیں گے، پہلی تکبیر پر مقتدی کانوں تک ہاتھ اٹھا کر نیچے چھوڑ دینگے، دوسری تکبیر پر کانوں تک

ہاتھ اٹھا کر پھر چھوڑ دینگے اور تیسری تکبیر پر کانوں تک ہاتھ اٹھا کر، ہاتھوں کو زیرِ ناف باندھ لیں گے۔ امام صاحب تلاوت کریں گے اور رکوع و سجود کریں گے پھر دوسری رکعت کے لیے کھڑے ہوں گے، تلاوت ہو گی، رکوع میں جانے سے پہلے بقایا تین تکبیرات کی ادائیگی اس طرح ہو گی کہ امام صاحب سے پہلی تکبیر سن کر مقتدی کانوں تک ہاتھ اٹھا کر نیچے گرا دینگے، دوسری اور تیسری تکبیر پر بھی کانوں تک ہاتھ اٹھا کر نیچے گرا دینگے جبکہ چوتھی تکبیر پر کانوں تک ہاتھ اٹھائے بغیر رکوع میں چلے جائیں گے، باقی عام نمازوں کے انداز میں نماز مکمل ہو گی۔

خطبۂ عید الفطر:

نماز جمعہ کے بر عکس عید الفطر اور عید الاضحی کے خطبے فراغتِ نماز کے بعد ہوتے ہیں دورانِ خطبہ مقتدیوں کو خاموش اور باادب بیٹھنا چاہیے، ادھر اُدھر دیکھنے، بلاوجہ بدن کھجانے، موبائل فون استعمال کرنے، چہرے سے بے زاری کا اظہار کرنے، خطبے اور دعا کی طوالت پر عدم دلچسپی کا اظہار کرنے سے بچنا چاہیے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی عید

www.ziaetaiba.com

حکایت ۱:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے کو عید کے دن دیکھا، اس کی قمیض پرانی تھی، تو رو پڑے۔ اس نے کہا: آپ کیوں روتے ہیں؟ فرمایا: اے بیٹا! مجھے خطرہ ہے عید کے دن تیرا دل ٹوٹ جائے گا، جب بچے تمہیں یہ پُرانی قمیض پہنے دیکھیں گے۔ اس نے کہا: دل اس کا ٹوٹتا ہے جس کو اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل نہ ہو،

یا اس نے ماں باپ کی نافرمانی کی ہو اور مجھے امید ہے کہ آپ کی رضا کے باعث اللہ تعالیٰ مجھ سے راضی ہو گا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ رو پڑے اور اسے سینہ سے لگا لیا اور اس کے لیے دعا کی۔ [1]

حکایت ۲:

عید کے دن حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں ایک شخص حاضر ہوا آپ اس وقت بھوسی کی روٹی کھا رہے تھے، اس نے عرض کیا کہ آج عید کا دن ہے اور آپ چوکر (بھوسی) کی روٹی کھا رہے ہیں؟ آپ نے جواب دیا آج عید تو اس کی ہے جس کا روزہ قبول ہو، جس کی محنت مشکور ہو، اور جس کے گناہ بخش دیے گئے ہوں۔ آج کا دن بھی ہمارے لیے عید کا دن ہے کل بھی ہمارے لیے عید ہو گی اور ہر دن ہمارے لیے عید کا دن ہے جس دن ہم اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہ کریں۔ [2]

اہم نکتہ:

عید کی نماز سے فارغ ہو کر لوگ عید گاہ سے لوٹتے ہیں، کوئی گھر کو جاتا ہے، کوئی دکان کو اور کوئی مسجد کو تو اس وقت یہ حالت دیکھ کر مسلمان کو چاہیے کہ اس منظر اور کیفیت کو یاد کرے کہ اس طرح لوگ قیامت میں جزا و سزا دینے والے بادشاہ کے حضور سے جنت اور دوزخ کی طرف لوٹ کر جائیں گے، جیسا کہ حق تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَتُنْذِرَ يَوْمَ الْجَمْعِ لَا رَيْبَ فِيهِ فَرِيقٌ فِي الْجَنَّةِ وَفَرِيقٌ فِي السَّعِيرِ ○ [3]

www.ziaetaiba.com

1۔ مکاشفۃ القلوب، صفحہ ۶۹۳۔

2۔ غنیۃ الطالبین صفحہ ۴۱۱۔

3۔ پارہ ۲۵، سورۃ شوریٰ، آیت ۷۔

اور تم ڈراؤ اکٹھے ہونے کے دن سے جس میں کچھ شک نہیں، ایک گروہ جنت میں ہے اور ایک گروہ دوزخ میں۔[1]

اسلامی تہوار مثالی معاشرے کے قیام کی ضمانت:

اقوامِ عالم مختلف مواقع پر خوشیوں کے اظہار کے لیے اجتماعی طور پر تہوار مناتی ہیں، یہ تہوار مذہبی روایات اور قومی جذبات کے آئینہ دار ہوتے ہیں۔ لیکن یہ ایک امر مسلّمہ ہے کہ اسلامی تہوار محض تفریحِ طبع کے لیے منعقد نہیں ہوتے بلکہ اسلامی معاشرے کو خوشحالی اور فلاحی بنانے کا ذریعہ ہوتے ہیں۔ مختلف ادیان و مذاہب کے ماننے والے جتنے تہوار مناتے ہیں اسے ہر طرح کے مادّی سازو سامان سے معمور رکھتے ہیں۔ عیش و عشرت، راگ و موسیقی، نغمہ و سرود، شراب و شباب اور میلوں تماشوں میں محو و مگن ہوتے ہیں۔ بحمدہٖ تعالیٰ مسلمانوں کے تمام تہوار، دینی شعار کی طرح صرف ذاتی خوشی کے لیے نہیں بلکہ اللہ عزوجل کی رضا کے لیے ہوتے ہیں، ان تہواروں کا انعقاد اللہ عزوجل اور اس کے پیارے محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کے احکام پر عمل کے نتیجے میں ہوتا ہے۔ اسی لیے تہوار کا آغاز ہی اللہ تعالیٰ کی کبریائی کے اعلان اور اس کے ذکر و اذکار سے ہوتا ہے۔ اسلامی تہوار غم گساری بھی سکھاتا ہے کہ اپنے دوسرے مسلمان بھائیوں کے معاشی استحکام کے لیے ایک متمول مسلمان اپنا کردار ادا کرے۔ بین المسلمین مواخات کے رشتے اسلامی تہوار کے ذریعے مضبوط اور مربوط ہوتے ہیں۔ مسلمانوں کا باہم ایک دوسرے سے معانقہ کرنا، مصافحہ کرنا، رمضان کی مبارکباد پیش کرنا، تراویح و تسبیحات کی قبولیت کی ایک دوسرے کے حق میں دعا کرنا، ایک دوسرے کے حق میں مغفرت کی دعا کرنا، تحائف کا تبادلہ کرنا اور طعام کی دعوت دینا وغیرہ، ایک

1۔ ترجمہ کنزالایمان، غنیۃ الطالبین صفحہ ۴۱۲۔

اخلاقی، مثالی اور فلاحی معاشرے کے قیام کی ضمانت دیتے ہیں۔ یہ معمولات و عادات زندہ مسلمانوں کے درمیان ہی نظر نہیں آتے ہیں بلکہ مسلمانوں کے تہوار اپنے پیش رو مرحومین کو بھی نظر انداز نہیں کرتے، نمازِ عید کی ادائیگی کے بعد اور برادرانِ اسلام سے ملاقات کے بعد قبرستان جانا اور مسلمان مرحومین کے حق میں دعائے مغفرت کرنا، سنّتِ متواترہ ہے۔

حضور غوث الثقلین شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ‘ فرماتے ہیں، ”مسلمان کی عید، طاعت و بندگی کی علامات کے ظاہر ہونے سے ہے، گناہوں اور خطاؤں سے دوری کی بنیاد پر ہے، سیئات کے عوض حسنات (نیکیوں) کے حصول اور درجات کی بلندی کی بشارت ملنے پر ہے، اللہ تعالیٰ جل شانہ‘ کی طرف سے خلعتیں، بخششیں اور کرامتیں حاصل ہونے کے باعث ہے، مسلمان کو نورِ ایمان سے معمور سینہ کی روشنی، قوتِ یقین اور دوسری نمایاں علامات کے سبب دل میں سکون پیدا ہوتا ہے پھر دل کے اتھاہ سمندر سے علوم و فنون اور حکمتوں کا بیان زبان پر رواں ہو جانے سے عید کی حقیقی مسرتیں حاصل ہوتی ہیں۔“[1]

شوال کے چھ روزے:

شوال میں (عید کے دوسرے دن سے) چھ دن روزے رکھنا بڑا ثواب ہے جس مسلمان نے رمضان المبارک اور ماہِ شوال میں چھ ۶ روزے رکھے تو اس نے گویا سارے سال کے روزے رکھے یعنی پورے سال کے روزوں کا ثواب ملتا ہے۔ سیدنا حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے حضور رحمۃ اللعالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:

1۔ غنیۃ الطالبین، صفحہ ۴۱۰، ۴۱۱۔

مَنْ صَامَ رَمَضَانَ ثُمَّ اَتْبَعَهٗ سِتًّا مِّنْ شَوَّالٍ كَانَ كَصِيَامِ الدَّهْرِ○۔[1]

جس آدمی نے رمضان شریف کے روزے رکھے۔ اور پھر ان کے ساتھ چھ روزے شوال کے ملائے تو اس نے گویا تمام عمر روزے رکھے۔

نوٹ: حضور اکرم ﷺ کے فرمان "تمام عمر روزے رکھنے" کا مطلب یہ ہے کہ رمضان شریف کے علاوہ ہر ماہِ شوال میں چھ ۶ روزے رکھے جائیں تو تمام عمر روزے رکھنے کا ثواب ملے گا۔ اگر اس نے صرف ایک ہی سال یہ روزے رکھے تو سال کے روزوں کا ثواب ملے گا۔ پھر یہ روزے اکٹھے رکھے جائیں یا الگ الگ، ہر طرح جائز ہیں مگر بہتر یہ ہے کہ ان کو متفرق طور پر رکھا جائے۔ یہی حنفی مذہب ہے۔[2]

شوال میں ایامِ بیض کے روزے:

علاوہ ازیں ماہِ شوال میں متذکرہ چھ ۶ روزوں کے علاوہ ۱۳، ۱۴، ۱۵ چاند کی تاریخوں (ایامِ بیض) میں اسی طرح روزے رکھے جاسکتے ہیں جیسا کہ دیگر مہینوں میں انہی ایام میں رکھتے ہیں۔ اس حوالے سے صحاح ستّہ[3] میں کئی روایات ملتی ہیں۔

شوال کے نوافل:

ماہ شوال میں کسی بھی رات یا دن کو آٹھ رکعات نفل پڑھے (دو ۲، دو ۲ کرکے یا ایک ہی سلام کے ساتھ بھی آٹھوں رکعات ادا کی جاسکتی ہیں) اور ہر ایک رکعت میں الحمد شریف کے بعد قُلْ ھُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ پچیس مرتبہ پڑھے پھر سلام پھیر کر

1۔ رواہ البخاری و مسلم۔ / مشکوٰۃ صفحہ ۱۷۹۔

2۔ فضائل الایام والشہور صفحہ ۴۴۷ بحوالہ لمعات حاشیہ مشکوٰۃ صفحہ ۱۷۹۔

3۔ بخاری، مسلم، ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ شریف۔

ستر ۷۰ دفعہ تیسرا کلمہ (سُبْحَانَ اللّٰہِ وَ الْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ) اور ستر ۷۰ دفعہ درود شریف پڑھنے کے نتیجے میں یہ انعام ملے گا کہ اگر اس ماہ میں انتقال کر گیا تو اللہ تعالیٰ اسے شہید کا درجہ عطا فرمائے گا۔[1]

شوال کے چھ ۶ نفلی روزے رکھنے کے دوران انہی راتوں میں سو ۱۰۰ رکعات نماز دو ۲، دو ۲ رکعات کر کے اس طرح ادا کریں کہ ہر رکعت میں سورۃ فاتحہ کے بعد سورۃ اخلاص دس مرتبہ پڑھیں۔[2]

غزوہ احد اور سیّد الشہداء حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کی عظیم شہادت

اسی ماہ کی چودہ اور پندرہ تاریخ کو اسلام اور کفر کا دوسرا بڑا معرکہ (جسے "غزوہ اُحد" کہتے ہیں) ۳ہجری میں پیش آیا۔ امام الانبیاء والمرسلین علیہ الصلوٰۃ والسلام کی قیادت میں صحابۂ کرام علیہم الرضوان جبل اُحد کے نیچے میدان میں صف آراء ہوئے۔ اسلامی افواج سات سو ۷۰۰ سے کم افراد پر مشتمل تھی جبکہ مشرکین کی تعداد تین ہزار ۳۰۰۰ تھی۔ اس غزوہ میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کئی معجزات کا ظہور ہوا۔ بعض اصحاب کے پاس تلوار نہ تھی تو آپ نے کھجور کی شاخ عطا کر دی جو تلوار بن گئی۔ زخمی اصحاب کے زخم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے "لعابِ دہن مبارک" لگانے سے اچھے ہو گئے۔

انسانیت کو ان سے ملا نسخۂ شفاء　　تریاق کے عجیب خزانے بدن میں تھے
کیمسٹری کی تجربہ گاہوں میں بھی نہیں　　اجزائے کیمیاء جو لعابِ دہن میں تھے[3]

1۔ لطائفِ اشرفی جلد دوم، صفحہ ۳۵۱۔

2۔ لطائفِ اشرفی جلد دوم، صفحہ ۳۵۱۔

3۔ خالد عرفان۔

بعض اصحاب کو "خاکِ شفاء" (یعنی مدینہ منورۃ کی مٹی) زخموں پر لگوادی تو سارے زخم اچھے ہو گئے۔

اس غزوہ میں تین سو منافقین اپنے سردار عبد اللہ بن اُبی بن سلول کے ہمراہ شرکاء جنگ میں شامل تھے پھر راستے سے الگ ہو گئے۔ یہودیوں کا کردار بھی مکروہ تھا کہ انہوں نے خود مشرکین کو مدینہ منورہ پر حملہ کرنے کی دعوت دی تھی۔

میدان جنگ کا نقشہ اور آغازِ جنگ:

نبی کریم ﷺ چودہ شوال کی سہ پہر مدینہ منورہ سے نکل کر تین میل کے فاصلہ پر اُحد کے میدان میں خیمہ زن ہو گئے۔ چونکہ شام ہو گئی تھی اس لیے طرفین سے کوئی مقابلہ کے لیے آمادہ نہ ہوا۔ آپ ﷺ نے احد کی پہاڑی کو پس پشت رکھ کر اپنا کیمپ قائم فرمایا۔ اگلے روز ۱۵ شوال لڑائی سے قبل جبل اُحد کی ایک گھاٹی (چھوٹی پہاڑی) پر پچاس تیر اندازوں کا دستہ حضرت عبد اللہ بن جبیر انصاری رضی اللہ عنہ کی سرکردگی میں تعینات فرمادیا اور حکم دیا کہ خواہ کوئی بھی حالت پیش آئے جب تک میں دوسرا حکم نہ دوں اپنے مقام کو ہرگز نہ چھوڑنا۔ کیونکہ اس جگہ سے دشمن مسلمانوں پر عقب سے حملہ آور ہو سکتا تھا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نگاہ نبوت نے اس مقام کی اہمیت کو ملاحظہ فرما کر ہی تیر انداز اصحاب رضی اللہ عنہم کو سخت حکم دیا تھا۔ جنگ کے میدان میں میمنہ (دائیں طرف) زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ اور دیگر اصحاب کو، میسرہ (بائیں طرف) حضرت منذر بن عمرو رضی اللہ عنہ کو مامور فرمایا۔ اپنے چچا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو مقدمۃ الجیش (یعنی میدانِ جنگ کے درمیان میں آگے بڑھ کر حملہ کرنے والا دستہ) مقرر فرمایا۔ حضرت مصعب بن عُمیر رضی اللہ عنہ کو علمبردار بنایا (یعنی پرچمِ اسلام انہیں دیا)۔

مشرکین و کفار کا تین ہزار تجربہ کار اور آلات حرب و دیگر ساز و سامان سے لیس لشکر جرار تھا۔ مسلمانوں کی عسکری قوتِ افرادی میں میں پندرہ سال کی عمر تک کے لڑکے شامل تھے۔ گھوڑے، تلواریں اور دیگر آلاتِ حرب نہ ہونے کے برابر تھے۔ دونوں افواج کا موازنہ کیا جائے تو مسلمان سوائے غلامی رسول کا اعزاز (ایمانی استقامت) رکھنے میں ممتاز تھے وگرنہ ہر اعتبار سے کُفار کے مقابلہ میں چوتھائی سے بھی کم تھے۔ آغازِ جنگ میں مشرکین کی طرف سے چند جنگجو بہادر حملہ آور ہوئے، حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ، حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم اور حضرت ابو دجانہ رضی اللہ عنہ نے مقابلہ کیا اور ان کو تہہ تیغ کیا۔

حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی شہادت:

حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے حملہ کرکے مشرکین کے علمبردار طلحہ کو قتل کیا۔ آپ نے دودستی تلوار چلاتے ہوئے مشرکین کی صفوں میں انتشار پیدا کر دیا۔ ان کی صفیں درہم برہم ہو گئیں۔ آپ مشرکین کی صفوں میں آگے نکل گئے۔ قریش کے بارہ علمبرداروں میں سے چار کو حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے قتل کیا۔ ہند بنتِ عتبہ (زوجہ ابوسفیان) نے ایک ماہر نیزہ باز حبشی غلام وحشی کو حضرت حمزہ کو شہید کرنے کے لیے انعام کا لالچ دیا تھا۔ غلام وحشی، اس جنگ میں صرف اسی ارادہ سے آیا تھا۔ لہٰذا جب اُس نے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو آگے اپنی صفوں میں دیکھا تو ایک بڑے پتھر کی آڑ میں چھپ کر بیٹھ گیا۔ جیسے ہی حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ قریب ہوئے تو اس نے آپ کی بے خبری میں پتھر کے پیچھے سے نشانہ لے کر حربہ (یعنی چھوٹا نیزہ) پوری قوت سے پھینکا، جو حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے بائیں پہلو (یعنی دل کے قریب) جسم میں داخل ہو گیا۔ وار انتہائی شدید تھا مزید یہ کہ دوسرے مشرکین

بھی حملہ آور ہوگئے نیز آپ گر جانے کی وجہ سے مشرکین کے گھوڑوں کی ٹاپوں کی زد میں بھی آگئے۔ مسلمانوں کی صفوں سے دور تھے یہ ممکن نہ تھا کہ زخمی حالت میں مسلمان آپ کو یہاں سے نکال لیں، جبکہ گھمسان کی جنگ ہو رہی ہو۔ آپ کے قریب صرف حضرت حنظلہ(غسیل الملائکہ) تھے جبکہ وہ بھی شہید ہوگئے۔ حضرت حمزہ کو شہید کرنے کے بعد وحشی نے خوشی کا اظہار نعرے لگا لگا کر کیا اور ہند بنت عتبہ کو اطلاع دی، ہند نے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے جسم اقدس کو چیر کر آپ رضی اللہ عنہ کے اعضاء نکال کر چبا ڈالے، یہ جوشِ انتقام اس لیے تھا کہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے غزوہ بدر میں اس عورت کے باپ کو قتل کیا تھا۔

مسلمانوں کی فتح لیکن رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک نافرمانی سے پانسہ پلٹ گیا:

حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ، حضرت علی، حضرت ابو دجانہ، حضرت حنظلہ، حضرت نضر بن انس، حضرت سعد بن ربیع، حضرت عبد اللہ بن جحش، حضرت عمر، حضرت ابو عبیدہ بن الجراح، حضرت سعد بن ابی وقاص اور دیگر اصحاب رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی بہادری اور شجاعت کے نتیجے میں کفار کے تین ہزار بہادروں کے پاؤں اکھڑ گئے۔ دوپہر کے قریب کفار پسپا ہوگئے۔ اول تو وہ اُلٹے پاؤں لڑتے ہوئے پیچھے ہٹتے رہے پھر پشت پھیر کر فرار ہونے لگے یہاں تک کہ اُن کی عورتیں جو پیچھے دف بجا بجا کر اور اشعار گا گا کر اپنے مردوں کو اشتعال دلا رہی تھیں وہ بھی سب سازو سامان چھوڑ کر بھاگنے میں اپنے مرد بھگوڑوں کے ساتھ شامل ہوگئیں۔ غرض کفار کی شکست اور مسلمانوں کی فتح میں اب کوئی شک وشبہ باقی نہ رہا تھا۔ ایسے عالم میں

گھاٹی کی حفاظت پر مامور تیر اندازوں کو شوق اور جوش پیدا ہوا کہ ہم بھاگتے ہوئے کفار کو مزید بدحواس کرنے کے لیے ان کا تعاقب کریں اور میدان میں پڑے اموال غنیمت بھی جمع کریں۔ تیر اندازوں کے سردار حضرت عبد اللہ بن جبیر رضی اللہ عنہ نے تیر اندازوں کو اپنی جگہ چھوڑنے سے ہر چند روکا کہ جب تک رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم نہ ہو ہمیں اپنی جگہ سے ہلنا بھی نہیں چاہیے۔ لیکن فتح کی خوشی میں وہ نہ مانے اور گھاٹی چھوڑ دی عبد اللہ بن جبیر اور ان کے چند ساتھی کھڑے رہے باقی یہاں سے ہٹ گئے۔ مشرکین کے دستہ میمنہ کے سالار خالد بن ولید اس جگہ کی اہمیت کو تاڑ گئے تھے، لہٰذا وہ ایک میل کا چکر کاٹ کر اسی گھاٹی سے مسلمانوں پر عقب سے حملہ آور ہو گئے۔ حضرت عبد اللہ بن جبیر اسی جگہ شہید ہو گئے۔ اس اچانک اور غیر متوقع حملہ سے صورتِ حال یکسر بدل گئی۔ کیونکہ مسلمان تمام اپنی اپنی جگہ چھوڑ بیٹھے تھے لہٰذا صفیں منتشر تھیں۔ بھاگتے ہوئے کافروں نے بھی جب یہ صورتحال دیکھی تو وہ بھی پلٹ کر حملہ آور ہو گئے۔ لشکر اسلام کے علمبردار حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے وہ کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم شکل تھے لہٰذا ان کے قاتل ابن قیمیہ نے نعرے لگائے "بلاشبہ میں نے محمد کو قتل کر دیا" یہ صدا سن کر مسلمان حیران و ششدر رہ گئے اور کافر خوشی سے اُچھلنے لگے۔ حضرت کعب بن مالک اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما نے جوابی نعرے لگائے کہ اللہ کے رسول زندہ ہیں اے مسلمانو! اللہ کے رسول کے قریب آؤ۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بھی اپنے جاں نثاروں کو آواز دے کر انہیں حوصلہ دیا مگر آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی آوازِ مبارک سے کفار کو پتہ چل گیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کہاں تشریف فرما ہیں لہٰذا انہوں نے پوری قوت سے یہیں پر حملہ کر دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دندانِ مبارک یہاں شہید ہوئے۔ اُبی بن خلف (کافر) جو آپ کو شہید کر دینے کا ارادہ رکھتا تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے

ایک صحابی حارث بن صمہ کا نیزہ لے کر اُسے قتل کیا۔(یہی ایک مشرک حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہاتھوں قتل ہوا ہے)۔

حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی فضیلت:

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے چچا کی لاش دیکھ کر فرمایا کہ یہ سید الشہداء (شہیدوں کے سردار) ہیں۔اس غزوہ میں ٦٥ انصار اور پانچ مہاجر شہید ہوئے لہٰذا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ستر ٧٠ مرتبہ علیحدہ علیحدہ نماز جنازہ ادا کی اور ہر شہید کے جنازے کے ساتھ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کا جنازہ بھی رکھتے اس طرح حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ ستر ٧٠ مرتبہ ادا ہوئی۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تمام اہل مدینہ کو خود حکم دیا کہ میرے چچا کی شہادت پر گریہ کرو اور سوگ مناؤ۔ اہل مدینہ کو کہا کہ اپنی عورتوں کو میرے چچا کے گھر بھیجو مدینہ کی تمام عورتیں حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے گھر جمع ہوئیں اور گریہ وزاری کی۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ہمیشہ ہر سال پابندی سے حضرت حمزہ کے مزار اور دیگر شہدائے احد کی قبروں پر تشریف لے جاتے۔ حجۃ الوداع کے لیے روانہ ہونے سے پہلے بھی گئے اور واپسی پر جب آپ جبل اُحد حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے مزار پر تشریف لائے تو ایک مرتبہ پھر آپ نے نمازِ جنازہ ادا فرمائی۔

مشائخ طریقت خصوصاً قطبِ مدینہ حضرت شاہ ضیاء الدین قادری مدنی رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ حضور کی بارگاہ میں حضرت حمزہ کا وسیلہ قبول ہوتا ہے، حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ روحانی طور پر مدینہ کے والی اور حاکم ہیں جبکہ مکۃ المکرمہ میں روحانی طور پر حضرت سیدہ خدیجۃ الکبریٰ حاکم ہیں۔